OPEN ACCESS

Al-Marjān Research Journal

Open Access
Al-Marjān
Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

Traditions of Alliances (Ḥilf) and Protection (Jiwār) and the Social Protection of Migrants in the Prophetic Era ﷺ: An Analytical Study

عہدِ نبوی ﷺ میں حلف وجوار کی روایات اور مہاجرین کا سماجی تحفظ: تجزیاتی مطالعہ

Authors Details

1. **Sidra Firdous** (Corresponding Author)
   PhD Scholar, Institute of Arabic and Islamic Studies, Government College Women University, Sialkot, Pakistan.
   Email: **sidrafirdous03@gmail.com**
2. **Dr. Syeda Sadia**
   Associate Professor, Institute of Arabic and Islamic Studies, Government College Women University, Sialkot, Pakistan.
   Email: syeda.sadia@gcwus.edu.pk

Citation

Firdous, Sidra, and Dr. Syeda Sadia." Traditions of Alliances (Ḥilf) and Protection (Jiwār) and the Social Protection of Migrants in the Prophetic Era ﷺ: An Analytical Study. "*Al-Marjān Research Journal* 4, no.1, Jan-Mar (2026): 167– 185.

Submission Timeline

Received: Dec 15, 2025
Revised: Dec 27, 2025
Accepted: Jan 08, 2026
Published Online: Jan 17, 2026

Publication & Ethics Statement

Article QR

Published by *Al-Marjān Research Center*, Lahore, Pakistan.

© The Authors. No conflict of interest declared.

This is an open access article distributed under the terms of the **Creative Commons Attribution 4.0 International License (CC BY 4.0).**

ASIAN DIGITAL LIBRARY · INDEX COPERNICUS INTERNATIONAL · ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE · HJRS HEC Journal Recognition System · DRJI Directory of Research Journal Indexing

Traditions of Alliances (Ḥilf) and Protection (Jiwār) and the Social Protection of Migrants in the Prophetic Era ﷺ: An Analytical Study

عہدِ نبوی ﷺ میں حلف وجوار کی روایات اور مہاجرین کا سماجی تحفظ: تجزیاتی مطالعہ

☆ سدرہ فردوس ☆ ڈاکٹر سیدہ سعدیہ

Abstract

The "Jawar" (Aman, Pannah) system was a fundamental customary law in pre-Islamic and early Islamic Arabia that provided protection to an outsider, individual, or tribe who lacked the protection of a local clan. The protector was obligated to defend the life and property of the protected person, effectively bringing them under the same protection as their own tribe. However, social security during Prophet Muhammad's (PBUH) era was a comprehensive, state-supported system rooted in Islamic principles (Quran and Sunnah) that provided social protection to all citizens, regardless of religion. Prophet Muhammad (PBUH) took practical initiatives like Mawakhat (brotherhood) and Meesaq-e-Madina (Charter of Medina) to ensure the benefits of social security to each individual of society. This article analyzes social protection through Jawar in the Makki period of Prophet Muhammad's (PBUH) life and later in Madinah. The study examines the pre-Islamic tribal system, the concept of 'Asabiyyah (tribal solidarity), the role of Jawar in protecting vulnerable Muslims in Makkah, and the transformative initiatives of the Prophet in Madinah including the establishment of brotherhood between Muhajireen and Ansar and the constitutional framework of the Charter of Medina. The research further explores contemporary challenges faced by refugees and migrants worldwide, drawing lessons from the Prophetic model to propose practical solutions for modern refugee crises, including social integration, economic self-sufficiency, legal protection, and interfaith harmony.

Keywords: Social protection, Jawar, amnesty, Mawakhat, Meesaq-e-Madina, Muhajireen, refugees, tribal system, 'Asabiyyah, Charter of Medina

تعارفِ موضوع

قبل از اسلام عرب معاشرہ قبائلی نظام پر استوار تھا جہاں نسب، خون، اور خاندانی وابستگی ہی انسان کی حفاظت اور وقار کے ضامن تھے۔ اس معاشرے میں "جوار" (پناہ یا امان دینا) ایک اہم سماجی و اخلاقی ادارہ تھا جس کے تحت کسی کمزور، مظلوم، یا اجنبی شخص کو کسی طاقتور قبیلے یا فرد کی طرف سے تحفظ (Social Protection) حاصل ہوتا تھا۔ یہ روایت عربوں کی حمیت، شرف اور مروّت کے تصورات سے جڑی ہوئی تھی۔ اسلام سے قبل بھی، اور اسلام کے ابتدائی دور میں بھی، اس روایت نے انسانوں کے درمیان امن، اعتماد اور انصاف کے کئی پہلوؤں کو اجاگر کیا۔ بالخصوص اسلام کے مکی دور میں جوار کا قاعدہ کمزور مسلمانوں کے بہت کام آیا۔ بعد ازاں مدینہ میں نبی کریم ﷺ نے جب ریاست کی بنیاد رکھی تو مہاجرین اور مسلم پناہ گزینوں کی آبادکاری اور سماجی تحفظ کے لیے مثالی اقدامات کیے۔

☆ پی ایچ ڈی اسکالر، انسٹیٹیوٹ آف عربک اینڈ اسلامک اسٹڈیز، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ، پاکستان۔
☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر، انسٹیٹیوٹ آف عربک اینڈ اسلامک اسٹڈیز، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ، پاکستان۔

ذیل کی سطور میں عہد نبوی (جس میں مکی اور مدنی دونوں ادوار شامل ہیں) میں سماجی تحفظ اور عصر حاضر میں مہاجرین اور پناہ گزینوں کے مسائل کا جائزہ لیا جائے گا۔ اس مقالے میں چار مباحث پیش کیے گئے ہیں: مبحث اول میں جوار کے نظام اور سماجی تحفظ کا تعارف، مکی دور میں مسلم سماج کا تحفظ، خاندانی و قبائلی عصبیت کا کردار، اور جوار کے نظام کی عصری اہمیت کا جائزہ لیا جائے گا۔ مبحث دوم میں ہجرت مدینہ کے بعد مہاجرین کے تحفظ کے لیے اقدامات کا مطالعہ کیا جائے گا۔ مبحث سوم میں مواخات مدینہ کے مختلف پہلوؤں اور عصری تناظر کا تجزیہ پیش کیا جائے گا۔ مبحث چہارم میں میثاقِ مدینہ کے ذریعے سماجی تحفظ کے آئینی ڈھانچے کا جائزہ لیا جائے گا۔

مبحث اول: جوار کا نظام اور مکی دور میں سماجی تحفظ

1. جوار کا نظام اور اس کی سماجی اہمیت

جوار کا نظام دراصل قبل از اسلام کے سماجی تحفظ کا نظام (Pre-Islamic Social Protection System) تھا۔ یعنی وہ اخلاقی و عرفی ضابطہ جس کے ذریعے معاشرے میں کمزور، مسافر، اور اجنبی کو تحفظ ملتا تھا۔ عرب معاشرہ قبل از اسلام کسی منظم ریاست یا عدالتی نظام سے محروم تھا۔ وہاں حکومت کے بجائے قبیلہ ہی قانون، عدالت، فوج اور سماجی تحفظ کا مرکز سمجھا جاتا تھا۔ ایسے ماحول میں جوار ایک نہایت اہم اخلاقی و عرفی نظام کے طور پر سامنے آیا، جو سماج میں کمزور اور مظلوم افراد کے لیے امن و پناہ کا ضابطہ تھا۔ یہی نظام دراصل اسلام سے قبل کے سماجی تحفظ (Social Protection) کا بنیادی تصور تھا، جس کے ذریعے انسانی حرمت، جان و مال کی سلامتی، اور معاشرتی امن کو برقرار رکھا جاتا تھا۔ اہلِ عرب کے نزدیک "جوار" کا مطلب یہ تھا کہ کوئی بااثر شخص یا قبیلہ کسی کمزور، مسافر، اجنبی یا مظلوم کو اپنے ذاتی یا قبائلی اثر و رسوخ کے تحت تحفظ اور امان فراہم کرے۔ یہ کوئی تحریری یا حکومتی معاہدہ نہیں ہوتا تھا بلکہ اخلاقی ذمہ داری پر مبنی ایک عرفی ضابطہ تھا، جس کی بنیاد شرف، عزت، اور حمیت پر رکھی گئی تھی۔

مورخ جواد علی اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

«كَانَ الْجِوَارُ فِي الْعَرَبِ أَحَدَ أَهَمِّ الْأَسْبَابِ الَّتِي تَكْفُلُ الْحِمَايَةَ لِلضُّعَفَاءِ وَالْغُرَبَاءِ، وَكَانَ الْخُرُوجُ عَلَى الْجِوَارِ يُعَدُّ عَارًا وَخِيَانَةً عُظْمَى»۔[1]

ترجمہ: "عربوں میں جوار ان اہم ترین اسباب میں سے تھا جو کمزوروں اور اجنبیوں کے لیے تحفظ کو یقینی بناتا تھا، اور جوار کی خلاف ورزی کو بڑی عار اور خیانت سمجھا جاتا تھا۔"

اگر کسی نے کہا کہ "فلاں شخص میرا جار ہے" تو اس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ اس شخص کو کسی بھی قسم کا نقصان پہنچانا پورے قبیلے کے لیے شرم و عار کا باعث ہے۔ یوں "جوار" کا نظام اس وقت کے قانونی خلا کو پُر کرتا تھا اور معاشرے میں ایک غیر رسمی عدالتی تحفظ (Informal Justice and Protection System) کے طور پر کام کرتا تھا۔

قبائل میں یہ رسم اس قدر محترم سمجھی جاتی تھی کہ اگر کوئی شخص جوار توڑ دیتا تو پورا معاشرہ اسے غدار اور ظالم سمجھتا۔ جواد علی مزید لکھتے ہیں:

«وَكَانَ الَّذِي يَنْقُضُ الْجِوَارَ يُوصَفُ "نَاقِضِ الْعَهْدِ، نَاكِثِ الْوَعْدِ، وَمُخَالِفِ حَقِّ الْجِوَارِ"»۔[2]

ترجمہ: "جو شخص جوار توڑ دیتا تھا اسے 'عہد توڑنے والا، وعدہ توڑنے والا، اور جوار کے حق کی خلاف ورزی کرنے والا' کہا جاتا تھا۔"

---

[1] Jawād ʻAlī, *al-Mufaṣṣal fī Tārīkh al-ʻArab Qabl al-Islām* (Beirut: Dār al-ʻIlm lil-Malāyīn, 1970), 4:360.

[2] Jawād ʻAlī, *al-Mufaṣṣal fī Tārīkh al-ʻArab Qabl al-Islām*, 4:361.

جب کسی شخص کو کسی قبیلے یا فرد کی جوار حاصل ہو جاتی، تو پورا قبیلہ اس کی حفاظت کو اپنا اخلاقی اور قبائلی فریضہ سمجھتا تھا۔ کوئی دشمن اگر وہ خون کا بدلہ لینے والا ہو بھی اُس شخص پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتا تھا، کیونکہ ایسا کرنا صرف اس شخص سے دشمنی نہیں بلکہ پورے قبیلے کے خلاف اعلانِ جنگ کے مترادف تھا۔

مکہ اور مدینہ میں یہ ضابطہ تحفظ ایک موثر قانون کی صورت موجود تھا۔ اس کی پاسداری ہی سماجی امن و امان کی ضامن تھی اور اس کی خلاف ورزی اکثر خوفناک جنگوں پر منتج ہوتی۔ جیسا کہ مکہ میں حرب فجار کی وجہ ایک جار کا قتل ہی تھا۔ ابن ہشام لکھتے ہیں:

«وَكَانَ سَبَبُ حَرْبِ الْفِجَارِ أَنَّ رَجُلًا مِنْ كِنَانَةَ أَجَارَ رَجُلًا مِنْ هَوَازِنَ، فَقَتَلَهُ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ، فَنَشَبَتِ الْحَرْبُ بَيْنَهُمْ»۔[3]

ترجمہ: "حرب فجار کا سبب یہ تھا کہ کنانہ کے ایک شخص نے ہوازن کے ایک شخص کو جوار دیا تھا، پھر قریش کے ایک شخص نے اسے قتل کر دیا، جس کے بعد ان کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔"

اسی طرح سے یثرب میں جنگ حاطب بھی ایک جار کے قتل کی بناپر ہوئی۔ یہ واقعات اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ جوار کا نظام قبل از اسلام عرب میں کس قدر اہم اور موثر تھا، اور اس کی خلاف ورزی کو کس شدت سے لیا جاتا تھا۔

اسلام کے ظہور کے بعد، اگرچہ شریعت نے امن و امان کے نئے اصول متعین کیے، مگر اسلام نے اس کی روایات کے انسانی اور اخلاقی پہلو کو بر قرار رکھا۔ نبی کریم ﷺ نے جوار کے اس اصول کو اسلامی اخلاقیات کے ساتھ ہم آہنگ کرتے ہوئے اسے ایک نئی جہت عطا فرمائی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«يُجِيرُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ أَدْنَاهُمْ» [4]

ترجمہ: "مسلمانوں میں سے سب سے کم حیثیت والا بھی اگر کسی کو امان دے دے تو وہ سب پر لازم ہے۔"

اس حدیث میں آپ ﷺ نے جوار کے نظام کو قبائلی اور خاندانی حدود سے نکال کر ایک عالمگیر اسلامی اصول کی شکل دے دی۔ اب ہر مسلمان خواہ وہ کسی بھی قبیلے یا خاندان سے تعلق رکھتا ہو کو یہ حق حاصل ہو گیا کہ وہ کسی کو پناہ دے سکتا ہے، اور یہ پناہ پوری مسلم برادری پر لازم ہو گی۔ یہ اقدام جوار کے نظام کو مزید مضبوط اور مؤثر بنانے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے درمیان اخوت اور یکجہتی کا بھی باعث بنا۔

2. مکی دور میں مسلمانوں کو خاندانی و قبائلی تحفظ

اسلام کے ابتدائی دور میں جب آپ ﷺ نے صدائے حق بلند کی تو قریش کی طرف سے مخالفت ناگزیر تھی۔ اولاً تو مخالفت اور برا بھلا کہنے پر اکتفا کیا گیا۔ کیونکہ عرب کے خاندانی نظام میں ہر قوم اپنے افراد کی حفاظت کی ذمہ دار ہوتی تھی، کسی دوسرے کو جرات نہیں ہوتی تھی کہ وہ غیر خاندان پر دست اندازی کرے۔ سرداران قریش بار بار آپ ﷺ کے چچا کے پاس آتے رہے کہ وہ آپ ﷺ کو سمجھائیں کہ وہ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے باز آجائیں۔ اور اگر ان سے نہیں ہو تا تو پھر ان کی حمایت و اعانت سے پیچھے ہٹ جائیں اور آپ ﷺ کو ہمارے سپرد کر دیں۔ لیکن آپ ﷺ کے چچا ابو طالب بن عبد المطلب ہاشمی نے پوری دلسوزی، بے لوث محبت اور بے نظیر شفقت کے ساتھ آپ ﷺ کو ہمیشہ تحفظ فراہم کیا۔

---

[3]Ibn Hishām, *al-Sīrah al-Nabawiyyah* (Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyyah, 2000), 1:184–186.
[4] al-Bukhārī, *al-Jāmi‘al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb al-Jizyah, Bāb Amān al-Nisā’ wa al-Dhimmiyyīn, Ḥadīth No. 3172 (Riyadh: Dār al-Salām Publishers, 1997).

اس موقع پر حضرت ابو طالب نے برملا یہ اشعار کہے:

«وَاللَّهِ لَنْ يَصِلُوا إِلَيْكَ بِجَمْعِهِمْ حَتَّى أُوَسَّدَ فِي التُّرَابِ دَفِينَا
فَامْضِ لِأَمْرِكَ مَا عَلَيْكَ غَضَاضَةٌ وَ ابْشَرْ وَقَرَّ بِذَاكَ مِنْكَ عُيُونَا»[5]

ترجمہ: "بخدا وہ لوگ اپنی پوری جماعت کے ساتھ بھی تمہیں ایذا نہیں پہنچا سکتے جب تک کہ میں مٹی میں دفن ہو کر لیٹ نہ جاؤں۔ آپ ﷺ اپنے کام کو جاری رکھیں، ذلت اور منکبت آپ ﷺ کو چھو نہ سکے گی۔ آپ ﷺ خوش ہو جائیں، اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا رکھیں۔"

عصبیت پر مبنی یہی خاندانی حمایت و اعانت تھی جس نے ابتداً مسلمانوں کو سماجی تحفظ فراہم کیا۔ عصبیت عربوں کا خاصہ تھی، اس کی جھلک ہمیں حضرت امیر حمزہؓ کے قبول اسلام کے واقعہ میں بھی نظر آتی ہے۔ جب حضرت حمزہؓ نے ابو جہل کو آپ ﷺ کو ایذا دیتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے قبول اسلام کے اعلان کے ساتھ ساتھ قریش کو للکارا اور کہا:

«يَا أَبَا جَهْلٍ، أَتَشْتُمُ مُحَمَّدًا وَ أَنَا عَلَى دِينِهِ؟ فَمَنْ كَانَ لَهُ رَدٌّ فَلْيُقَاوِمْنِي»[6]

ترجمہ: "اے ابو جہل! تو محمد ﷺ کو برا بھلا کہتا ہے جبکہ میں ان کے دین پر ہوں؟ پس جو کوئی جواب دینا چاہتا ہے وہ میرے سامنے آئے۔"

اسی طرح ابو سلمہ مخزومیؓ کی جوار والے واقعے میں ابو لہب کے رد عمل سے بھی یہ عصبیت عیاں ہوتی ہے۔ جب ابو سلمہؓ نے ہجرت حبشہ سے واپس آکر مدینہ جانے کا ارادہ کیا تو قریش نے انہیں روکنے کی کوشش کی۔ اس پر ابو لہب نے اکابر قریش کو مخاطب کر کے کہا:

«أَيُّهَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ، إِنَّكُمْ قَدْ أَسْرَفْتُمْ عَلَى هَذَا الشَّيْخِ، تَزْعُمُونَ أَنَّهُ يُجِيرُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ بِلَادِكُمْ، وَاللَّهِ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهُوا لَنَمْنَعَنَّ مَا تَمْنَعُونَ مِنْهُ»[7]

ترجمہ: "اے اکابر قریش! تم نے اس شیخ پر بہت زیادتی کر لی۔ تم ان پر اپنی قوم کے لوگوں کو جوار دینے کے معاملے پر ہنگامہ کرتے رہے ہو، اللہ کی قسم! یا تو تم باز آجاؤ ورنہ ہم ان کی ہر اس چیز کی حمایت کریں گے جس میں وہ کرتے رہے ہیں۔"

ابو لہب کا یہ رد عمل عربوں کی خاندانی عصبیت کا غماز ہے۔ اور یہی خاندانی عصبیت اور خاندانی حمایت و نصرت مسلمانوں کے کام آئی، الگ نظریہ ہونے کے باوجود بھی انہیں سماجی تحفظ کسی نہ کسی طرح سے فراہم رہا۔ آپ ﷺ پر اپنا بس چلتا نہ دیکھ کر متفقہ طور پر یہ تدبیر اختیار کی گئی کہ ہر خاندان اپنے ہی مسلمان افراد کو زدو کوب کریں۔ چنانچہ اپنوں ہی کی طرف سے مظالم کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اپنوں کے اس سلوک نے بہت سے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف متوجہ کیا اور یوں انہوں نے حبشہ میں پناہ لی۔ یہاں نجاشی کے حسن سلوک اور مسلمان پناہ گزینوں کی سرپرستی نے سرداران قریش کو اور زیادہ برانگیختہ کر دیا۔

[5] Ibn Hishām, *al-Sīrah al-Nabawiyyah*, 1:291–292.
[6] Ibn Hishām, *al-Sīrah al-Nabawiyyah*, 1:265.
[7] Ibn Hishām, *al-Sīrah al-Nabawiyyah*, 1:393–394.

3. جوار کی قبائلی اور اخلاقی حیثیت اور اس کی پاسداری

قبائل میں جوار کی رسم اس قدر محترم سمجھی جاتی تھی کہ اگر کوئی شخص جوار توڑ دیتا تو پورا معاشرہ اسے غدار اور ظالم سمجھتا۔ جوار دینے والا شخص اپنی جان کی قیمت پر بھی پناہ گزین کی حفاظت کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جوار کو نہ صرف ایک سماجی عہد بلکہ اخلاقی اور قبائلی غیرت کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

> "اسلام کی تاریخ میں ظلم وزیادتی کے باب کھلنے کے ساتھ ساتھ 'جوار' (پناہ) کی روایت کا باب بھی کھل گیا۔ یہ حقیقت بڑی دلچسپ بھی ہے اور حیرت انگیز بھی کہ پناہ وجوار کا دروازہ رحمت قریش کے 'خاندانی مسلمانوں' کی حفاظت کے لیے 'قریشی خاندانی اکابر' نے ہی کھولا تھا۔ ایک قریشی خاندان کا فرد دوسرے قریشی خاندان کا جار بن جاتا۔"[8]

جوار کا یہ نظام کس حد تک مؤثر رہا اس بارے میں ڈاکٹر صدیقی مزید لکھتے ہیں:

> "اسلامیان قریش اور مسلمانان مکہ مکرمہ کی مصیبت و آزمائش کی گھڑی میں جوار کی روایت کام آئی۔ کوئی بڑا آدمی، کبیر قریش، شیخ خاندان، رئیس قبیلہ یا سردار حلیف کسی مظلوم مسلمان کو اپنی پناہ میں از خود لے لیتا، یا 'مصیبت زدہ مسلمان' کی فریاد پر اسے جوار عطا کر دیتا۔ اور وہ مظالم قریش سے بڑی حد تک محفوظ ہو جاتا۔"[9]

لیکن اس نظام کی حدود بھی تھیں۔ ڈاکٹر صدیقی مزید لکھتے ہیں:

> "بڑی حد تک اس لیے کہ جان، مال اور آبرو کی ضمانت تو مل جاتی، مگر دشمنان اسلام کی زبان درازی اور دست درازی سے تحفظ کی کوئی صورت نہ تھی۔ چلتی زبان کو کون اور کیسے روک سکتا ہے اور اچانک اٹھنے والے ہاتھ کو کیوں کر پکڑا جا سکتا ہے؟"[10]

جوار ایک عارضی نظام تحفظ ضرور تھا مگر اس کی ایک مستقل روایت بھی تھی۔ جب تک جوار میں آئے ہوئے شخص کی طرف سے اسے مسترد نہ کیا جاتا وہ برابر تحفظ فراہم کرتی رہی۔ جار (پناہ دینے والا) اپنی طرف سے اسے منسوخ نہیں کر سکتا تھا کہ وہ قبائلی روایات تحفظ کے منافی ہوتا اور اس کی اپنی غیرت وحمیت کے مقام و مرتبہ اور شان کے خلاف تھا۔ وہ آن پر جان دے سکتا تھا، مگر اپنی آن پر کوئی حرف برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ وعدہ ایفا کرنا عرب جبلت تھی۔ اس سلسلے میں ایک اہم واقعہ حضرت عمر فاروقؓ کے قبول اسلام کے بعد پیش آیا۔ جب قریش نے حضرت عمرؓ کو گرفتار کرنے کا فیصلہ کیا تو عاص بن وائل نے انہیں پناہ دی۔ ابن حجر عسقلانی اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں:

> «لَمَّا أَسْلَمَ عُمَرُ اجْتَمَعَ النَّاسُ عِنْدَ دَارِهِ، وَقَالُوا: صَبَا عُمَرُ، فَجَاءَ الْعَاصُ بْنُ وَائِلٍ عَلَيْهِ قَبَاءٌ مِنْ دِيبَاجٍ، فَقَالَ: قَدْ صَبَا عُمَرُ فَمَا ذَاكَ؟ فَأَنَا لَهُ جَارٌ، فَرَأَيْتُ النَّاسَ تَصَدَّعُوا عَنْهُ»[11]

ترجمہ: "جب عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو لوگ ان کے گھر کے قریب جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ عمر بے دین ہو گیا ہے۔ اچانک عاص بن وائل آیا جو ریشم کی قباء پہنے ہوئے تھا، اس نے لوگوں سے کہا ٹھیک ہے عمر بے دین ہو گیا لیکن یہ مجمع کیسا

---

[8] Dr. Muḥammad Yāsīn Maẓhar Ṣiddīqī, "'Ahd Nabawī mein Samājī Taḥaffuẓ kā Niẓām," *Taḥqīqāt Islāmī Aligarh* (October–December 2002): 25.

[9] Dr. Muḥammad Yāsīn Maẓhar Ṣiddīqī, "'Ahd Nabawī mein Samājī Taḥaffuẓ kā Niẓām," 26.

[10] Dr. Muḥammad Yāsīn Maẓhar Ṣiddīqī, "'Ahd Nabawī mein Samājī Taḥaffuẓ kā Niẓām," 26.

[11] al-Bukhārī, *al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb Manāqib al-Anṣār, Bāb Hijrat al-Nabī ﷺ wa Aṣḥābihi ilā al-Madīnah, Ḥadīth No. 3865.

ہے؟ دیکھو میں عمر کو پناہ دے چکا ہوں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہمانے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ اس کی یہ بات سنتے ہی لوگ الگ الگ ہو گئے۔"

عاص بن وائل نے اس لیے بھی جوار کی پیشکش کی کیونکہ بنو عدی اور بنو سہم ایک دوسرے کے حلیف قبائل تھے۔ یہ واقعہ اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ جوار کا نظام کس حد تک مؤثر تھا اور قبائلی حلیف کے جوار کو کس قدر احترام حاصل تھا۔ نبوت کے ابتدائی تیرہ سال مکہ کے ناساز گار ماحول میں اسلام اسی طرح پروان چڑھتا رہا یہاں تک کہ آپ ﷺ کے چچا کا وصال ہو گیا اور آپ ﷺ اس مہربان سایہ شفقت سے محروم ہو گئے جس کی بدولت کفار مکہ آپ کا بال بھی بیکا نہ کر سکے تھے۔ لیکن جیسے ہی ابو طالب کا وصال ہوا تو مکہ کی زمین آپ ﷺ پر تنگ ہو گئی۔ چنانچہ آپ ﷺ طائف تشریف لے گئے، لیکن وہاں بھی آپ ﷺ کو شدید اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ طائف سے واپسی پر آپ ﷺ کو مطعم بن عدی کی جوار لینا پڑی۔ ابن ہشام لکھتے ہیں:

«فَلَمَّا دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَكَّةَ أَجَارَهُ الْمُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ، ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَصَلَّى»[12]

ترجمہ: "جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو مطعم بن عدی نے آپ کو پناہ دی، پھر آپ مسجد میں داخل ہوئے اور نماز پڑھی۔"

اور پھر ایک رات جب اہل مکہ آپ ﷺ کے قتل کے ارادے سے جمع ہو کر آ گئے تو آپ ﷺ کو مدینہ کی جانب ہجرت کا حکم ملا اور آپ ﷺ نے بو جھل دل اور غمزدہ آنکھوں سے وادی مکہ کو ہمیشہ کے لیے الوداع کہہ دیا۔

4. جوار کے نظام کی عصری اہمیت اور مہاجرین کے تحفظ میں اس کا کردار

جوار کا نظام اگرچہ قبل از اسلام عرب کا ایک عرفی قانون تھا، لیکن اس کے بنیادی اصول—کمزوروں کی حفاظت، پناہ گزینوں کو تحفظ فراہم کرنا، اور عہد کی پاسداری—آج بھی بین الاقوامی قانون اور انسانی حقوق کے اصولوں سے ہم آہنگ ہیں۔ اس وقت دنیا بھر میں مہاجرین اور پناہ گزینوں کی تعداد میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔ غربت، ظلم و ستم، جان کا خوف، بے امنی، سیاسی عدم استحکام، جنگیں، قدرتی آفات، مذہبی تنازعات، قومی، نسلی، لسانی اور علاقائی تعصبات، کسی مخصوص سماجی گروہ سے وابستگی، سیاسی نظریے کی بنیاد پر امتیازی سلوک وہ عوامل ہیں جو سالانہ ایک کثیر آبادی کو اپنے ممالک سے ہجرت کرنے اور محفوظ ممالک میں پناہ لینے پر مجبور کرتے ہیں۔

اقوام متحدہ کے ادارے UNHCR کے مطابق:

"At the end of 2024, an estimated 123.2 million people worldwide were forcibly displaced due to persecution, conflict, violence, human rights violations and events seriously disturbing the public order." [13]

ترجمہ: "2024 کے آخر میں، دنیا بھر میں تخمیناً 12.32 کروڑ افراد جبری طور پر بے گھر ہوئے تھے، جس کی وجوہات میں ظلم و ستم، تنازعات، تشدد، انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں اور عوامی نظم کو شدید طور پر پریشان کرنے والے واقعات شامل ہیں۔"

اتنی بڑی تعداد کا سماج میں انضمام گو کہ ایک سہل امر نہیں ہے۔ ہجرت سے جہاں میزبان ممالک متاثر ہوتے ہیں وہیں مہاجرین کو بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

[12]Ibn Hishām, *al-Sīrah al-Nabawiyyah*, 1:419–422.
[13]UNHCR, "Global Trends," accessed February 22, 2026.

جوار کے نظام سے ہم عصر حاضر میں درج ذیل اسباق حاصل کیے جاسکتے ہیں:

اول، یہ کہ پناہ گزینوں کو تحفظ فراہم کرنا صرف ایک قانونی ذمہ داری نہیں بلکہ اخلاقی اور انسانی فریضہ ہے۔ جس طرح عرب معاشرے میں جوار دینے والا اپنی جان کی قیمت پر بھی پناہ گزین کی حفاظت کرتا تھا، اسی طرح آج کے میزبان ممالک کو بھی پناہ گزینوں کے تحفظ کے لیے ہر ممکن اقدامات کرنے چاہئیں۔

دوم، جوار کا نظام اس بات کی مثال ہے کہ کیسے ایک غیر رسمی نظام بھی مؤثر طریقے سے سماجی تحفظ فراہم کر سکتا ہے۔ آج کے دور میں جہاں بڑے بڑے بین الاقوامی ادارے موجود ہیں، پھر بھی پناہ گزینوں کے مسائل حل نہیں ہو پاتے، جبکہ جوار کا نظام ایک سادہ مگر مؤثر طریقہ کار تھا۔

سوم، نبی کریم ﷺ نے جوار کے نظام کو اسلامی اصولوں کے ساتھ ہم آہنگ کرتے ہوئے اسے ایک عالمگیر شکل دی۔ آپ ﷺ کا فرمان: «يُجِيرُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ أَدْنَاهُمْ»۔ یہ اصول آج بھی پناہ گزینوں کے تحفظ کے لیے رہنما حیثیت رکھتا ہے کہ معاشرے کا ہر فرد—خواہ وہ کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو—کسی پناہ گزین کو تحفظ فراہم کر سکتا ہے۔

چہارم، جوار کے نظام میں عہد کی پاسداری کو بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ آج بھی بین الاقوامی سطح پر پناہ گزینوں سے متعلق معاہدوں کی پاسداری ضروری ہے۔ اقوام متحدہ کے 1951 کا کنونشن متعلقہ پناہ گزینوں (Refugee Convention) اور اس کے 1967 کا پروٹوکول اس حوالے سے اہم بین الاقوامی دستاویزات ہیں، لیکن ان پر عمل درآمد کی صورت حال تسلی بخش نہیں ہے۔

پنجم، جوار کا نظام اس بات کا ثبوت ہے کہ مہاجرین اور پناہ گزینوں کا تحفظ کوئی نیا تصور نہیں ہے، بلکہ یہ صدیوں پرانی انسانی روایت ہے جسے اسلام نے مزید ترقی دی اور ایک منظم ریاستی نظام میں تبدیل کر دیا۔

مبحث دوم: ہجرت مدینہ اور مہاجرین کے تحفظ کے لیے اقدامات

1. ہجرت مدینہ: ایک تاریخی اور تہذیبی سنگ میل

تاریخ اسلامی میں ہجرت مدینہ ایک نئے باب کا آغاز تھا۔ اسلامی ریاست کی داغ بیل ڈالی گئی۔ گردونواح بالخصوص مکہ کے مسلمانوں نے مدینہ کی جانب ہجرت کی اور مدینہ میں پناہ گزین ہوئے۔ آپ ﷺ نے ایک نوزائیدہ ریاست میں جس خوش اسلوبی سے مہاجرین اور پناہ گزینوں کا سماجی تحفظ یقینی بنایا وہ بھی تاریخ کا ایک روشن باب ہے اور عصر حاضر میں ایک راہنما اپروچ بھی ہے۔ ہجرت کا یہ سفر انتہائی خطرناک اور مشکلات سے بھرپور تھا۔ مسلمانوں نے اپنا سب کچھ، گھر، مال، دولت، کاروبار، رشتے ناطے، سماجی مقام و مرتبہ، چھوڑ کر محض اللہ کی رضا اور اپنے دین کی حفاظت کی خاطر مدینہ کا رخ کیا۔

قرآن کریم نے ان مہاجرین کی عظمت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ﴾ [14]

ترجمہ: "(یہ مال) ان فقیر مہاجرین کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکال دیے گئے، اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی چاہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ سچے ہیں۔"

[14] al-Ḥashr, 59:8.

جب مہاجرین مدینہ پہنچے تو انصار نے انہیں بے حد خلوص اور محبت کے ساتھ قبول کیا۔ انصار کی اس قربانی اور ایثار کو قرآن نے ان الفاظ میں سراہا ہے:

﴿وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ [15]

ترجمہ: "اور وہ لوگ جو ان سے پہلے دارالہجرت (مدینہ) میں جا بسے اور ایمان لائے، وہ ان لوگوں سے محبت رکھتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کے پاس آئے، اور ان کے دلوں میں ان چیزوں کی کوئی ضرورت نہیں پاتے جو مہاجرین کو دی گئیں، اور وہ ان پر اپنی جانوں سے بھی ترجیح دیتے ہیں، خواہ خود کسی حاجت میں ہوں۔"

انہی آیات سے واضح ہوتا ہے کہ ہجرت مدینہ صرف ایک جغرافیائی نقل مکانی نہیں تھی بلکہ ایک مکمل تہذیبی اور سماجی انقلاب تھا، جس نے مسلمانوں کو ایک نئی شناخت اور ایک نئی امید بخشی۔

2. عصبیت کا خاتمہ اور رشتہ مواخات

عرب سماج جو کہ صدیوں سے عصبیت پر استوار تھا اور عصبیت پر مبنی حلف، ولاء اور جوار نے کسی نہ کسی حد تک مکہ میں مسلمانوں کو سماجی تحفظ بھی فراہم کیا تھا، اصل میں بہت سے مفاسد اور مضمرات کا حامل بھی تھا۔ اسلام دین وحدت ہے جو عصبیتوں اور امتیازات سے پاک ہے۔ تمام انسانوں کو ایک باپ کی اولاد قرار دیتے ہوئے برابری و مساوات کا قائل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قومی، قبائلی، لسانی تعصبات کی نفی کرتے ہوئے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ [16]

ترجمہ: "اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تمہاری قومیں اور قبیلے بنا دیے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔"

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا إِلَى عَصَبِيَّةٍ، وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ، وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ» [17]

ترجمہ: "وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی طرف بلائے، وہ شخص بھی ہم میں سے نہیں جو عصبیت کے لیے لڑائی کرے اور وہ شخص بھی ہم میں سے نہیں جو عصبیت پر مرے۔"

آپ ﷺ نے عصبیت کے منافی جو اصول متعارف کروایا وہ وحدت نسل انسانی کا آفاقی تصور تھا جس کے تحت آپ ﷺ نے پہلے مکہ میں اور پھر مدینہ میں ہر انصاری کو ایک مہاجر کا بھائی بنا دیا۔ مواخات کا یہ سلسلہ ہجرت کے آغاز سے لے کر آپ ﷺ کے آخری ایام تک چلتا رہا۔ جو فرد یا گروہ جب مدینہ وارد ہوتا وہ مواخات کے مؤثر و فعال ذریعہ کے سبب مسلم سماج کا حصہ بن جاتا تھا۔

ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی اس بارے میں لکھتے ہیں:

"مواخات دراصل مسلم معاشرہ امت کی تشکیل کا دوسرا مرحلہ تھا جس کا مقصد ایک نووارد شہر کو ایک قدیم باشندے کے ساتھ رشتہ اخوت و محبت میں منسلک کر دینا تھا تاکہ خارجی اور اندرونی، ملکی و غیر ملکی، اپنے و پرائے، فرزندان زمین و تازہ

---

[15] al-Ḥashr, 59:9.

[16] al-Ḥujurāt, 49:13.

[17] Abū Dāwūd, *Sunan Abī Dāwūd*, Kitāb al-Adab, Bāb fī al-ʻAṣabiyyah, Ḥadīth No. 5121.

واردان بساط اور سب سے بڑھ کر مکی و مدنی کا فرق مٹ جائے اور مدینہ کی مسلم آبادی ایک مذہبی وحدت ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سماجی اور معاشی وحدت بھی ہو جائے۔"[18]

3. مواخات مدینہ: عصری تناظر میں سماجی تحفظ کا نمونہ

مواخات مدینہ کا نظام عصر حاضر میں مہاجرین اور پناہ گزینوں کے سماجی تحفظ کے لیے ایک بہترین نمونہ پیش کرتا ہے۔ اس نظام کے ذریعے نہ صرف مہاجرین کی فوری ضروریات پوری کی گئیں بلکہ انہیں معاشرے میں مکمل طور پر ضم کر دیا گیا۔

پہلا فائدہ: امتیازات کی نفی

مہاجرین جب بھی کسی دوسرے ملک میں پناہ گزین ہوتے ہیں تو وہاں انہیں مختلف امتیازات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان جو رشتہ اخوت قائم کیا، اس کے نتیجے میں کالے گورے، سرخ وسیاہ، رنگدار وسفید، عربی وعجمی — غرض کہ نسل، وطن وعلاقہ اور رنگ وغیرہ پر مبنی تمام امتیازات کو مٹا دیا گیا تھا اور ایک ایسے آفاقی اور عالمی معاشرے کا سنگ بنیاد رکھا گیا تھا جس میں تمام مسلمانان عالم بلا کسی امتیاز و تفریق ایک دوسرے کے بھائی اور مذہبی اور سماجی طور پر ہم پلہ، ہم سر اور مساوی تھے۔

دوسرا فائدہ: سماجی و تہذیبی ہم آہنگی

مجبور و بے بس پناہ گزین ہجرت کر کے جب میزبان ممالک میں پہنچتے ہیں تو انہیں اجنبی ہونے کی وجہ سے سماج میں عدم قبولیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس رویے کو "زینو فوبیا" (Xenophobia) کی اصطلاح سے موسوم کیا جاتا ہے۔ زینو فوبیا سے مراد "غیر ملکیوں، غیر نسل، قوم یا ثقافت سے خوف، نفرت یا اُن سے متعلق منفی جذبات اور خیالات ہیں۔"[19]

لیکن ریاست مدینہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے نہ صرف انصار و مہاجرین کو رشتہ اخوت میں جوڑا بلکہ برسوں سے باہم دست و گریباں اوس و خزرج میں بھی موافقت و موانست پیدا فرمادی تھی۔ لہٰذا اوس و خزرج ہمیشہ کے لیے انصار بن گئے بلکہ انہوں نے مہاجرین کو بھی کشادہ دلی سے اپنا لیا اور اپنے گھر بار، زمینیں، باغات سب ان کے ساتھ بانٹ لیے۔

ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "شیرازہ بندی کے اس حکیمانہ معاملے اور طریق نے پہلے مکہ کے قبائلی تفرقوں کو مٹایا تھا، نفرتوں کو ختم کیا تھا اور عصبیت کو نابود کیا تھا اور اب اس کو وسعت دے کر دو شہروں کے سماجی و قبائلی تعصبات کا خاتمہ کر کے دو مختلف سیاسی، سماجی، اقتصادی اور تہذیبی پس منظر کے طبقوں میں ہم آہنگی پیدا کی تھی۔"[20]

[18] Dr. Muḥammad Yāsīn Maẓhar Ṣiddīqī, *ʻAhd Nabawī mein Tanẓīm Riyāsat wa Ḥukūmat* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʻIlmiyyah, 2005), 28.
[19] "Xenophobia," *Oxford Learner's Dictionaries*, accessed February 22, 2026.
[20] Dr. Muḥammad Yāsīn Maẓhar Ṣiddīqī, *ʻAhd Nabawī mein Tanẓīm Riyāsat wa Ḥukūmat*, 29.

تیسرا فائدہ: آفاقی اور عالمگیر برادری کا تصور

عرب سماج میں متحدہ قومیت یا مرکزیت کا تصور نہ تھا، یہ ایک قبائلی سماج تھا جو مختلف بطون، اقوام اور گھرانوں پر مشتمل تھا۔ قبائلی تعصب اور امتیازات ان کے لہو میں رچے بسے ہوئے تھے۔ لیکن آپ ﷺ نے وحدت نسل انسانی کا تصور دیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى أَعْجَمِيٍّ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ، وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ، إِلَّا بِالتَّقْوَى» [21]

ترجمہ: "لوگو! سنو! بے شک تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ سنو! کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر، کسی سرخ کو سیاہ پر اور کسی سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں، مگر تقویٰ کے ذریعے۔"

اسی تصور کو آپ ﷺ نے مواخات کی صورت عملی طور پر نافذ کر کے دکھایا، اور انصار و مہاجرین باہم اس طرح سے شیر و شکر ہو گئے کہ اپنے پرائے کا فرق مٹ گیا۔ یہ اس قدر مؤثر اور پائیدار ثابت ہوا کہ انصاری کی وفات کی صورت مہاجر بھائی کو ترکہ میں حصہ ملتا۔ مواخات کا مقصد نو مسلم عربوں کا سماجی اور معاشرتی شعور و احساس میں تبدیلی پیدا کرنا تھا کہ وہ عرب کے متعدد اور محدود قبیلوں کے دائرے میں محصور نہیں ہیں بلکہ مسلم یا اسلامی معاشرے کی وسیع دنیا کے باشندے اور شہری ہیں جن کی حدبندی یا درجہ بندی علاقہ، زبان، رنگ، نسل یا وطن نہیں کرتی۔ بلکہ وہ ایک عالمی اور آفاقی برادری کے افراد ہیں۔

چوتھا فائدہ: سماجی وقار کی بحالی

انسان جہاں پلا بڑھا ہوتا ہے اس جگہ سے اس کا لگاؤ ایک فطری چیز ہے۔ لیکن جب نامساعد حالات کے سبب اسے اپنا مسکن، اپنا وطن، اپنے رشتے ناطے، گھر بار چھوڑنا پڑے تو دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ اس کی ذہنی اور نفسیاتی صحت بھی متاثر ہوتی ہے۔ نئے ملک، نئی جگہ میں زبان، رسوم و رواج، تہذیب و ثقافت اور بسا اوقات مذہب کا فرق انہیں اکیلے پن، سماجی تنہائی، ذہنی انتشار کی طرف دھکیل دیتا ہے۔

ایسے میں پناہ گزینوں کی نفسیاتی صحت اور سماجی وقار کی بحالی کے لیے ان کا معاشرے میں مثبت انداز سے انجذاب بہت ضروری ہوتا ہے۔ مہاجرین مکہ بھی اسی طرح اپنا گھر بار، رشتے ناطے، مال و دولت، کاروبار، سماجی مقام و مرتبہ سب کچھ تیاگ کر مدینہ آئے تھے۔ ایسے میں ہم دیکھتے ہیں کہ مہاجرینِ مکہ کو مدینہ منورہ میں انتہائی بلند اور معزز مقام حاصل تھا، قرآن و احادیث میں ان کے بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں۔ انہوں نے اللہ اور رسول ﷺ کی خاطر اپنا گھر بار اور مال و دولت چھوڑا تھا۔ اس قربانی کے سبب انہیں ہمیشہ ہی سماج میں معزز مقام حاصل رہا۔ اہم امور پر مشاورت ہو یا مال غنیمت یا وظائف میں سے حصہ، ہر موقع پر مہاجرین کو اولیت حاصل رہی۔

جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ نسلوں تک کسی ملک میں گزارنے کے بعد بھی پناہ گزینوں کو قومیت کے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ سالوں گزارنے کے بعد بھی پرائے دیس میں وہ اجنبی ہی رہتے ہیں۔ بسا اوقات تو نہ انہیں اپنا ملک قومیت دیتا ہے اور نہ ہی کوئی میزبان ملک انہیں اپناتا ہے، جیسا کہ روہنگیا کے مسلمانوں کے ساتھ معاملہ ہوا۔

[21] Aḥmad ibn Muḥammad ibn Ḥanbal, *Musnad Aḥmad*, Ḥadīth No. 4568 (Cairo: Dār al-Ḥadīth, 2000).

4. مواخات کے معاشی اور معاشرتی فوائد

مواخات مدینہ کے معاشی اور معاشرتی فوائد بے شمار تھے، جنہوں نے نہ صرف مہاجرین کو معاشی طور پر خود کفیل بنایا بلکہ انصار پر بوجھ بھی کم کیا۔ نئی جگہ پر اگر معاشی وسائل میسر نہ ہوں تو بے روزگاری، غربت اور تعلیم کی کمی کے سبب پناہ گزینوں کے غیر قانونی سرگرمیوں جیسے منشیات، چوری چکاری، اسمگلنگ اور تشدد وغیرہ میں ملوث ہونے کے بھی امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ اور اگر انہیں روزگار کے مواقع میسر نہ ہوں تو بھی میزبان ملک کی معیشت پر بوجھ بڑھتا ہے، اقتصادی مشکلات پیدا ہونے لگتی ہیں۔

مدینہ میں بھی جب مہاجرین وارد ہوئے تو ایسے مسائل سر اٹھانے لگے۔ کیونکہ مہاجرین مکہ مالدار ہونے کے باوجود خالی ہاتھ مکہ سے نکلے تھے۔ انصارِ مدینہ اگرچہ اپنی بساط سے بڑھ کر مہاجرین کی میزبانی کا حق ادا کر رہے تھے لیکن دوسری طرف مہاجرین بھی خود دار تھے، اپنے دست و بازو سے کام لینے کے خوگر تھے اور انصار پر ان کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالنا چاہتے تھے۔

انصار کی معیشت کا دارومدار زراعت پر تھا جبکہ مہاجرین کی اکثریت تاجر پیشہ تھی اور روزگار کے مواقع نہ ہونے کے برابر تھے۔ ایسے میں مہاجرین کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے سے ان کی عزتِ نفس بھی بحال رہتی اور انصار پر بوجھ بھی کم پڑتا۔

اس مسئلے کے حل کے لیے آپ ﷺ نے مہاجرین و انصار کو مواخات کا نظام عطا فرمایا۔ مہاجرین کو انصار کے وسائل میں شریک کیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ بازارِ نبوی ﷺ کا قیام بھی عمل میں لایا گیا۔ دونوں نے مل کر زراعت اور تجارت میں منصوبہ بندی سے کام کیا تو معاشی ترقی کو بھی مہمیز ملی اور مہاجرین بھی معاشی لحاظ سے مستحکم ہو گئے۔

ابن ہشام نے انصار کے اس ایثار کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

«فَأَتَى الْأَنْصَارُ الْمُهَاجِرِينَ فَقَالُوا: إِنَّ أَمْوَالَنَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ، فَنَحْنُ نَخْرُجُ إِلَى نَخْلِنَا وَنُحَاصِلُ، وَتَأْتُونَ فَتَشْتَرِكُونَ مَعَنَا، فَقَالَ الْمُهَاجِرُونَ: بَارَكَ اللَّهُ لَكُمْ فِي أَمْوَالِكُمْ، وَلَكِنْ دُلُّونَا عَلَى السُّوقِ»[22]

ترجمہ: "انصار مہاجرین کے پاس آئے اور کہا کہ ہمارے اموال ہم میں اور تم میں مشترکہ ہیں، ہم اپنے کھجور کے باغوں میں جائیں گے اور کام کریں گے، اور تم آ کر ہمارے ساتھ شریک ہو جاؤ۔ مہاجرین نے کہا: اللہ تمہارے اموال میں برکت دے، لیکن ہمیں بازار بتا دو (ہم خود کمائی کریں گے)۔"

یہ واقعہ مہاجرین کی خودداری اور انصار کی قربانی دونوں کو ظاہر کرتا ہے۔ اس مواخات کے نتیجے میں نہ صرف مہاجرین معاشی طور پر خود کفیل ہوئے بلکہ انصار اور مہاجرین کے درمیان محبت اور بھائی چارے کا ایسا رشتہ قائم ہوا جو تاریخ میں ہمیشہ مثال کے طور پر پیش کیا جاتا رہے گا۔

مبحث سوم: میثاقِ مدینہ کے ذریعے سماجی تحفظ کا آئینی ڈھانچہ

1. میثاقِ مدینہ: ایک آئینی دستور کا قیام

ریاست مدینہ میں آپ ﷺ نے ایک اور انقلابی قدم اٹھایا، مدینہ کی حدود میں بسنے والے انصار و مہاجرین اور یہود قبائل کے درمیان ایک میثاق طے پایا جو کہ تاریخ میں میثاق مدینہ کے نام سے مشہور ہوا۔ اس میں ہر گروہ کے تمام جائز حقوق کی حفاظت اور اجتماعی امن و امان اور بقائے باہمی کا ذکر ہے۔ اس میثاق کا ایک حصہ باہم مسلمانوں سے متعلق معاملات پر مبنی تھا جبکہ دوسرا حصہ مسلمانوں اور یہود کے باہم تعلقات کے خطوط واضح کرتا تھا۔

---

[22]Ibn Hishām, *al-Sīrah al-Nabawiyyah*, 2:101–103.

محمد حمید اللہ نے میثاق مدینہ کو "دنیا کا پہلا تحریری آئین" قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> *"The Charter of Medina is the first written constitution in the history of the world, which established a multi-religious state based on the principles of justice, equality, and religious freedom."*[23]
>
> ترجمہ: "میثاق مدینہ دنیا کی تاریخ کا پہلا تحریری آئین ہے، جس نے انصاف، مساوات اور مذہبی آزادی کے اصولوں پر مبنی ایک کثیر المذہبی ریاست قائم کی۔"

اس میثاق کا مختصر سا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سماجی تحفظ کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ ذیل میں اس کی اہم دفعات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

2. میثاقِ مدینہ میں سماجی تحفظ کی دفعات

میثاقِ مدینہ کی مختلف دفعات سماجی تحفظ کے مختلف پہلوؤں کو یقینی بناتی ہیں:

قانونی بالادستی (حاکمیت اعلیٰ)

میثاق کے مطابق حاکمیت اعلیٰ کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور تمام اختلافی امور میں رجوع اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہی ہو گا۔ یعنی تمام فیصلے شریعت الٰہی کی روشنی میں کیے جائیں گے۔ میثاق میں ہے:

> «وَإِنَّكُمْ مَهْمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ مَرَدَّهُ إِلَى اللَّهِ وَإِلَى مُحَمَّدٍ ﷺ» [24]
>
> ترجمہ: "اور تم جس کسی چیز میں بھی اختلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ اور محمد ﷺ کی طرف لوٹایا جائے گا۔"

حاکمیت کا تصور ہی وہ بنیادی خشت اول تھی جس نے اسلامی ریاست کو غیر اسلامی ریاست سے ممتاز بنا دیا۔ میثاق مدینہ میں یہ قرار دیا گیا کہ حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور ہر انفرادی اور اجتماعی و ریاستی معاملے میں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ حاکمیت اعلیٰ کو کسی شخصیت یا کسی ادارے کی طرف منسوب کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ سے منسوب کرنے کا فائدہ یہ ہوا کہ آفاقی قانون کا نفاذ ہو گا اور بے لاگ انصاف بغیر کسی امتیاز کے تمام لوگوں کو حاصل ہو گا۔

بلا امتیاز حق شہریت کا حصول

میثاق کے مطابق مدینہ کی حدود میں اوس اور خزرج کے ساتھ ساتھ یہود کے قبائل بھی آباد تھے۔ ہجرت کے بعد اب انصار کے ساتھ ساتھ مہاجرین کو بھی یکساں سطح پر ریاست مدینہ کا شہری تسلیم کیا گیا۔ میثاق میں ہے:

> «إِنَّهُمْ أُمَّةٌ وَاحِدَةٌ مِنْ دُونِ النَّاسِ» [25]
>
> ترجمہ: "یہ لوگ (تمام فریق) لوگوں کے مقابلے میں ایک قوم ہیں۔"

بنیادی انسانی حقوق کا یقینی تحفظ

میثاق مدینہ میں بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کو بھی یقینی بنایا گیا۔ ریاست کے تمام شہریوں کو جمہوری آزادی، حق زندگی اور حق ملکیت بلا امتیاز حاصل ہو گا۔

---

[23] Muḥammad Ḥamīdullāh, *al-Wathā'iq al-Siyāsiyyah fī al-'Ahd al-Nabawī* (Beirut: Dār al-Nafā'is, 2000), 79–80.
[24] Muḥammad Ḥamīdullāh, *al-Wathā'iq al-Siyāsiyyah fī al-'Ahd al-Nabawī*, Article 28.
[25] Muḥammad Ḥamīdullāh, *al-Wathā'iq al-Siyāsiyyah fī al-'Ahd al-Nabawī*, Article 2.

معاشی کفالت کا تصور

اسلامی فلاحی ریاست میں شہریوں کے جان و مال کے تحفظ کے ساتھ ساتھ بنیادی لوازمات حیات کی فراہمی کے لیے ممکنہ اقدامات کیے گئے۔ ریاستی طبقہ کو اس بات کا پابند کیا گیا کہ وہ اپنے اپنے قیدیوں کا فدیہ ادا کرے۔ میثاق میں ہے:

«وَأَنَّ كُلَّ طَائِفَةٍ تَفْدِي عَانِيَهَا بِالْمَعْرُوفِ وَالْقِسْطِ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ» [26]

ترجمہ: ”ہر گروہ اپنے قیدیوں کا فدیہ ادا کر کے رہائی دلائے گا، اور مسلمانوں کے درمیان قانون انصاف کے بلا امتیاز اطلاق کو یقینی بنایا جائے گا۔“

شہری تحفظ اور عسکری دفاع

میثاق مدینہ میں شہریوں کے دفاع کا بھی خیال رکھا گیا۔ میثاق کے مطابق تمام فریقین معاہدہ پر باہم ایک دوسرے کا دفاع لازم ہو گا۔ میثاق میں ہے:

«وَأَنَّ بَيْنَهُمُ النَّصْرَ عَلَى مَنْ حَارَبَ أَهْلَ هَذِهِ الصَّحِيفَةِ» [27]

ترجمہ: ”اور جو کوئی اس دستور والوں سے جنگ کرے تو یہود اور مسلم باہم ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔“

اور بیرونی حملے کی صورت میں ریاست مدینہ کا دفاع سب طبقات کی مشترکہ ذمہ داری ہو گی:

«وَأَنَّ بَيْنَهُمُ النَّصْرَ عَلَى مَنْ دَهَمَ يَثْرِبَ» [28]

ترجمہ: ”کسی بیرونی حملے کی صورت میں ریاست مدینہ کا دفاع یہودی و مسلمانوں کی مشترکہ ذمہ داری ہو گی۔“

3. مذہبی آزادی اور اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ

میثاق مدینہ میں بنیادی حقوق کے تحفظ کے ساتھ ساتھ ریاست مدینہ میں آباد اقلیتوں کے لیے بھی مذہبی آزادی کو یقینی بنایا گیا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ بطور ایک ذمہ دار شہری اقلیتوں سے اس پابندی کا اقرار لیا گیا کہ وہ آئین کی پاسداری کریں گے اور کسی طور بھی آئین کی خلاف ورزی یا سماج میں فتنہ پروری و ظلم و تعدی کا باعث نہیں بنیں گے۔ میثاق میں ہے:

«وَإِنَّ يَهُودَ بَنِي عَوْفٍ أُمَّةٌ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ، لِلْيَهُودِ دِينُهُمْ وَلِلْمُسْلِمِينَ دِينُهُمْ، مَوَالِيهِمْ وَ أَنْفُسَهُمْ، إِلَّا مَنْ ظَلَمَ وَ أَثِمَ، فَإِنَّهُ لَا يُوتِغُ إِلَّا نَفْسَهُ وَأَهْلَ بَيْتِهِ» [29]

ترجمہ: ”اور بنی عوف کے یہودی، مومنین کے ساتھ ایک سیاسی وحدت تسلیم کیے جاتے ہیں، یہودیوں کے لیے ان کا دین اور مسلمانوں کے لیے ان کا دین، ان کے موالی اور خود ان کی ذات (محفوظ ہے)، ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوا کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا۔“

مذہبی آزادی کے اس تحفظ کو کسی ایک طبقہ کے ساتھ مخصوص نہ کیا گیا بلکہ ریاست مدینہ میں آباد یہودی قبائل جن میں بنی نجار، بنی الحارث، بنی ساعدہ، بنی جشم، بنی الاوس، بنی ثعلبہ، بنی شطیبہ سب کو مذہبی آزادی کا آئینی تحفظ حاصل ہو گا۔ ان یہودی قبائل کی ذیلی شاخوں اور ان کے موالی کو بھی مذہبی آزادی کا حق اسی طرح حاصل ہو گا۔

[26]Muḥammad Ḥamīdullāh, *al-Wathā'iq al-Siyāsiyyah fī al-'Ahd al-Nabawī*, Article 13.
[27]Muḥammad Ḥamīdullāh, *al-Wathā'iq al-Siyāsiyyah fī al-'Ahd al-Nabawī*, Article 45.
[28]Muḥammad Ḥamīdullāh, *al-Wathā'iq al-Siyāsiyyah fī al-'Ahd al-Nabawī*, Article 54.
[29]Muḥammad Ḥamīdullāh, *al-Wathā'iq al-Siyāsiyyah fī al-'Ahd al-Nabawī*, Article 30.

4. میثاقِ مدینہ کی عصری اہمیت

میثاق مدینہ کی دفعات عصر حاضر میں کثیر المذہبی معاشروں اور پناہ گزینوں کے مسائل کے حل کے لیے بے حد اہمیت رکھتی ہیں۔

پہلا سبق: قانونی بالادستی—میثاق مدینہ میں حاکمیت اعلیٰ کو اللہ تعالیٰ سے منسوب کیا گیا، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک کثیر المذہبی ریاست میں بھی قانون کی بالادستی اور انصاف کا نفاذ ممکن ہے۔

دوسرا سبق: مذہبی آزادی—میثاق میں "لِلْيَهُودِ دِينُهُمْ وَلِلْمُسْلِمِينَ دِينُهُمْ" کا اصول آج بھی کسی بھی کثیر المذہبی معاشرے کے لیے بنیادی رہنما اصول ہے۔ یہ اصول نہ صرف اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے بلکہ سماجی ہم آہنگی کو بھی فروغ دیتا ہے۔

تیسرا سبق: اجتماعی دفاع—میثاق کے مطابق بیرونی حملے کی صورت میں تمام فریقین کا اجتماعی دفاع کرنا لازم تھا۔ یہ اصول آج بھی قومی سلامتی اور اجتماعی تحفظ کے لیے رہنما حیثیت رکھتا ہے۔

چہارم سبق: پناہ گزینوں کا تحفظ—میثاق میں جوار کے قاعدے کا احترام برقرار رکھا گیا۔ اس سلسلے میں مقامی یا پناہ گزین کے درمیان جان و مال اور عزت آبرو کے تحفظ میں کوئی امتیاز روا نہیں رکھا گیا۔ میثاق میں ہے:

«وَأَنَّ الْجَارَ كَالنَّفْسِ، غَيْرَ مُضَارٍّ وَلَا آثِمٍ» [30]

ترجمہ: "پناہ گزین سے وہی برتاؤ ہوگا جو اصل (پناہ دہندہ) کے ساتھ ہوتا ہے، نہ اس کو ضرر پہنچایا جائے گا اور نہ خود وہ عہد شکنی کرے گا۔"

پنجم سبق: کمزوروں کی حمایت—میثاق میں ضعیف اور کمزور افراد (جیسے مقروض یا یتیم) کو سماجی تحفظ فراہم کیا گیا اور ان کی مدد کو اجتماعی ذمہ داری قرار دیا گیا۔

یہ اقدامات تاریخِ انسانی میں مہاجرین کی آبادکاری اور انسانی حقوق کے تحفظ کی بہترین مثال ہیں۔

مبحث چہارم: عصری چیلنجز اور نبوی ماڈل کی تطبیق

1. عصر حاضر میں مہاجرین اور پناہ گزینوں کے مسائل

اس وقت دنیا بھر میں مہاجرین اور پناہ گزینوں کی تعداد میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔ اقوام متحدہ کے ادارے UNHCR کے مطابق، 2024 کے آخر تک دنیا بھر میں تقریباً 12.32 کروڑ افراد جبری طور پر بے گھر ہوئے تھے۔ بے سروسامانی کی حالت میں بھاگ کر دوسرے ملک پہنچنے والوں کی مشکلات کبھی ختم نہیں ہوتیں، بلکہ ایک دائرے کی صورت ان کا تسلسل قائم رہتا ہے۔ انہیں نہ صرف فوری طور پر خوراک، لباس اور رہائش جیسی بنیادی ضروریات کی احتیاج ہوتی ہے، بلکہ طویل مدتی مسائل میں شہری حقوق سے محرومی، آمد و رفت پر قدغن، غربت، روزگار، بچوں کی رسمی تعلیم، بینک اکاؤنٹ کھلوانے، جائیداد خریدنے اور طبی دیکھ بھال کی مناسب سہولتیں میسر نہ ہونا وغیرہ بھی شامل ہیں۔[31]

پناہ گزین کیمپوں کا دورہ کیا جائے تو انتہائی کسمپرسی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ کھلے آسمان تلے خیمہ بستیوں میں ناکافی سامان زندگی، صفائی ستھرائی کا ناکافی انتظام، صاف پانی کی بمشکل فراہمی، صحت کے مسائل، ننگ دھڑنگ الجھے بالوں والے گرد میں اٹے تعلیم و بنیادی

[30] Muḥammad Ḥamīdullāh, *al-Wathā'iq al-Siyāsiyyah fī al-'Ahd al-Nabawī*, Article 50.
[31] "Muhājirat, Jabrī Naql Makānī: Māẓī aur Ḥāl ke Ā'īne mein," *Jang*, accessed February 22, 2026.

ضروریات زندگی سے محروم بچے، آس ویاس میں گھرے مجبور و بے بس، موسمی سختیوں سے نبرد آزما، ذہنی اور نفسیاتی دباؤ کا شکار، حالات سے زندگی کشید کرتے مکین جان اور روح کا رشتہ بمشکل ہی برقرار رکھ پا رہے ہوتے ہیں۔

ان حالات میں انہیں جان کا تحفظ تو مل جاتا ہے لیکن سماجی وقار نہیں مل پاتا۔

2. نبوی ماڈل سے عصری اسباق

سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے مہاجرین اور پناہ گزینوں کے سماجی تحفظ کے لیے نہایت حکیمانہ اقدامات اٹھائے جو دوررس نتائج و ثمرات کے حامل تھے۔ ان اقدامات سے عصر حاضر کے لیے درج ذیل اسباق اخذ کیے جاسکتے ہیں:

پہلا سبق: پناہ گزینوں کے اسباب کا تدارک

ضرورت اس امر کی ہے کہ عالمی امن واستحکام قائم کرنے کے لیے سنجیدگی کے ساتھ اُن اسباب کا تدارک کیا جائے جو نقل مکانی کا سبب بنتے ہیں۔ جب تک جنگوں، ظلم وستم، غربت، اور سیاسی عدم استحکام جیسے اسباب ختم نہیں ہوں گے، پناہ گزینی کا بحران بھی ختم نہیں ہو گا۔

دوسرا سبق: مقامی سطح پر انضمام

ممکن حد تک پناہ گزینوں کا مقامی سطح پر انضمام آسان بنایا جائے اور ان کی آبادکاری کو فروغ دیا جائے۔ مواخات مدینہ کی طرح میزبان معاشرے اور پناہ گزینوں کے درمیان روابط اور تعلقات کو بہتر بنایا جائے۔

تیسرا سبق: پالیسیوں میں لچک

پناہ گزینوں سے متعلق پالیسیوں میں لچک پیدا کرتے ہوئے ایسی تبدیلیاں کی جائیں جو معاشرتی، اجتماعی شمولیت اور قبولیت کو عام کریں۔

چہارم سبق: معاشی خود کفالت

پناہ گزینوں کی صلاحیتوں اور ہنرمندی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں معاشرے کا فعال اور مثبت رکن بنایا جائے تاکہ وہ معاشی لحاظ سے خود کفیل ہو سکیں۔ مواخات مدینہ اور بازار نبوی کا قیام اس کی بہترین مثال ہے۔

پنجم سبق: بین الاقوامی تعاون

پناہ گزین کسی بھی ملک کے وسائل اور معیشت پر اضافی بوجھ ثابت ہوتے ہیں، اس لیے مختلف مسائل اور چیلنجز کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ قلیل سرمائے اور ناکافی وسائل کے ساتھ مہاجرین اور پناہ گزینوں کی مدد کرنا خاصا دشوار امر ہوتا ہے۔ لہٰذا ترقی پذیر میزبان ممالک کے ساتھ دیگر ممالک کو تعاون کرنا چاہیے تاکہ میزبان ملک پناہ گزینوں کو بہتر ماحول فراہم کرسکے اور خود اس کی اپنی معیشت پر بھی بوجھ نہ پڑے۔

3. UNHCR اور بین الاقوامی قوانین میں بہتری کے امکانات

اقوام متحدہ کے ادارے UNHCR کی کارکردگی کو مزید بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔ مہاجرین اور پناہ گزینوں کے لیے نئے امدادی پروگرام شروع کیے جائیں تاکہ مہاجرین اور پناہ گزینوں کے معیار زندگی کو مزید بہتر بنایا جاسکے۔ بین الاقوامی سطح پر پناہ گزینوں کے تحفظ کے لیے جو قوانین موجود ہیں، ان میں بہتری لانے کی ضرورت ہے۔ 1951 کا کنونشن متعلقہ پناہ گزینوں (Refugee Convention) اور اس کے 1967 کا پروٹوکول اہم بین الاقوامی دستاویزات ہیں، لیکن ان پر عمل درآمد کی صورت حال تسلی بخش نہیں ہے۔

میثاق مدینہ کی طرح ایک جامع بین الاقوامی چارٹر تیار کیا جاسکتا ہے جو پناہ گزینوں کے تمام حقوق اور میزبان ممالک کی ذمہ داریوں کو واضح کرے۔ اس چارٹر میں درج ذیل نکات شامل ہوسکتے ہیں:

* پناہ گزینوں کو بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ
* میزبان معاشرے میں انضمام کی سہولت
* معاشی خود کفالت کے مواقع
* مذہبی اور ثقافتی آزادی کا تحفظ
* میزبان ممالک کے لیے بین الاقوامی تعاون

4. پناہ گزینوں کے لیے عملی سفارشات

تحقیق کے نتائج کی روشنی میں درج ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

پہلی سفارش: مہاجرین کی مدد، تحفظ کی فراہمی اور فلاح و بہبود کے لیے ممکن اقدامات کرنا اسلام کی عظیم روایات میں شامل ہیں۔ دین اسلام مہاجرین کو وقار کے ساتھ رہائش، صحت، جائیداد کے تحفظ کا یکساں حق دیتا ہے۔ اس وقت بھی دنیا بھر کے تمام ممالک میں اس حوالے سے قانون سازی موجود ہے، لیکن اگر زمینی حقائق کا جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ ابھی بھی اس تناظر میں بہت سا کام کرنے کی گنجائش باقی ہے۔

دوسری سفارش: موجودہ قوانین کو زیادہ مؤثر اور زیادہ مفید بنایا جائے تاکہ اس کے فوائد عملی سطح پر بھی نظر آئیں۔ مزید یہ کہ انسانیت کو تعظیم دیتے ہوئے پناہ گزینوں کی توقیر و احترام کا لحاظ رکھا جائے۔

تیسری سفارش: مختلف حکومتیں، این جی اوز اور نجی شعبہ جات بھی اپنا کردار ادا کریں۔ پناہ گزینوں کو بھی چاہیے کہ میزبان ممالک کے ساتھ تعاون کریں، ملکی قوانین کا احترام کریں اور ایسی کسی بھی سرگرمی سے احتراز کریں جو امن وامان اور میزبان ممالک کے مفاد کے خلاف ہوں۔

چوتھی سفارش: تعلیمی اداروں میں پناہ گزینوں کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں آگاہی پیدا کی جائے۔ میڈیا کو بھی پناہ گزینوں کے بارے میں مثبت رپورٹنگ کی ترغیب دی جائے۔

پانچویں سفارش: عصر حاضر میں پناہ گزینوں کے بحران سے نمٹنے کے لیے نبوی ماڈل کو اپنایا جائے: جوار کا نظام (فوری تحفظ)، مواخات کا نظام (سماجی و معاشی انضمام)، اور میثاقِ مدینہ (آئینی تحفظ)—یہ تینوں ستون مل کر ایک جامع نظام تحفظ فراہم کرتے ہیں۔

خلاصہ بحث

عہدِ نبوی ﷺ میں مہاجرین اور پناہ گزینوں کے سماجی تحفظ کا نظام ایک نہایت جامع، متوازن اور ہمہ جہت نظام تھا، جو تین بنیادی سطحوں پر منظم انداز میں کارفرما نظر آتا ہے۔ پہلی سطح جوار کا نظام تھا، جو اگرچہ قبل از اسلام عرب کا ایک معروف عرفی قانون تھا، مگر اسلام نے اسے اپنی اعلیٰ اخلاقی اقدار کے ساتھ ہم آہنگ کر کے مزید مؤثر اور منظم بنا دیا۔ مکی دور میں یہی نظام کمزور اور مظلوم مسلمانوں کے لیے ایک مضبوط حفاظتی ڈھال ثابت ہوا، جس کے ذریعے وہ قریش کے ظلم و ستم سے کسی حد تک محفوظ رہ سکے۔ دوسری سطح مواخاتِ مدینہ کی صورت میں سامنے آتی ہے، جہاں ہجرت کے بعد رسول اکرم ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان اخوت و بھائی چارے کا ایسا بے مثال رشتہ قائم فرمایا، جس نے نہ صرف مہاجرین کو فوری سماجی اور معاشی تحفظ فراہم کیا بلکہ انہیں مدنی معاشرے کا باعزت اور فعال حصہ بھی بنا دیا۔ یہ نظام محض ہمدردی تک محدود نہ تھا بلکہ عملی اشتراک، ایثار اور مساوات پر مبنی ایک مضبوط سماجی ڈھانچے کی تشکیل کا ذریعہ بنا۔ تیسری سطح میثاقِ مدینہ کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے، جو تاریخِ انسانی کا پہلا تحریری دستور قرار دیا جاتا ہے۔ اس معاہدے نے ریاستِ مدینہ کے تمام شہریوں، خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر

مسلم، کے حقوق و فرائض کو واضح طور پر متعین کیا اور ایک کثیر المذاہب معاشرے میں امن، رواداری اور انصاف کی بنیاد فراہم کی۔ عصرِ حاضر میں جب پناہ گزینوں کا مسئلہ عالمی سطح پر ایک سنگین انسانی بحران کی صورت اختیار کر چکا ہے، سیرتِ نبوی ﷺ کا یہ ماڈل رہنمائی کا ایک مؤثر اور قابلِ عمل نمونہ پیش کرتا ہے۔ جوار، مواخات اور میثاق جیسے اصول آج بھی اسی طرح قابلِ اطلاق ہیں جیسے چودہ سو سال قبل تھے۔ اگر ان اصولوں کو جدید تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ کر کے نافذ کیا جائے تو ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا جا سکتا ہے جہاں مہاجرین اور پناہ گزینوں کو نہ صرف تحفظ حاصل ہو بلکہ انہیں عزت، وقار اور بنیادی انسانی حقوق بھی میسر آئیں۔

تجاویز و سفارشات

مندرجہ بالا تحقیق کی روشنی میں درج ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

۱. عالمی امن واستحکام قائم کرنے کے لیے سنجیدگی کے ساتھ اُن اسباب کا تدارک کیا جائے جو نقل مکانی کا سبب بنتے ہیں۔

۲. ممکن حد تک پناہ گزینوں کا مقامی سطح پر انضمام آسان بنایا جائے اور اُن کی آبادکاری کو فروغ دیا جائے۔

۳. اس مقصد کے حصول کے لیے مہاجرین اور میزبان عوام کے درمیان روابط اور تعلقات کو بہتر بنایا جائے۔ خلیج کو کم کر کے تہذیبی و سماجی سطح پر قریب لایا جائے۔

۴. پناہ گزینوں سے متعلق پالیسیوں میں لچک پیدا کرتے ہوئے ایسی تبدیلیاں کی جائیں جو معاشرتی، اجتماعی شمولیت اور قبولیت کو عام کریں۔

۵. پناہ گزینوں کی صلاحیتوں اور ہنرمندی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اُنہیں معاشرے کا فعال اور مثبت رُکن بنایا جائے تاکہ وہ معاشی لحاظ سے خود کفیل ہو سکیں۔

۶. مختلف حکومتیں، این جی اوز اور نجی شعبہ جات بھی اپنا کردار ادا کریں۔

۷. اقوام متحدہ کے ادارے UNHCR کی کارکردگی کو زیادہ بہتر بنایا جائے۔ مہاجرین اور پناہ گزینوں کے لیے نئے امدادی پروگرام شروع کیے جائیں تاکہ مہاجرین اور پناہ گزینوں کے معیارِ زندگی کو مزید بہتر بنایا جا سکے۔

۸. پناہ گزین کسی بھی ملک کے وسائل اور معیشت پر اضافی بوجھ ثابت ہوتے ہیں، اس لیے مختلف مسائل اور چیلنجز کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ قلیل سرمائے اور ناکافی وسائل کے ساتھ مہاجرین اور پناہ گزینوں کی مدد کرنا خاصا دشوار امر ہوتا ہے۔ لہٰذا ترقی پذیر میزبان ممالک کے ساتھ دیگر ممالک کو تعاون کرنا چاہیے تاکہ میزبان ملک پناہ گزینوں کو بہتر ماحول فراہم کر سکے اور خود اس کی اپنی معیشت پر بھی بوجھ نہ پڑے۔

۹. پناہ گزینوں کو بھی چاہیے کہ میزبان ممالک کے ساتھ تعاون کریں، ملکی قوانین کا احترام کریں اور ایسی کسی بھی سرگرمی سے احتراز کریں جو امن و امان اور میزبان ممالک کے مفاد کے خلاف ہوں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography / کتابیات

* Abū Dāwūd, Sulaymān ibn al-Ash‘ath al-Sijistānī. *Sunan Abī Dāwūd*. Cairo: Muṣṭafá al-Bābī al-Ḥalabī, 1952.
* Aḥmad ibn Muḥammad ibn Ḥanbal. *Musnad Aḥmad*. Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyyah, 1998.
* al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismā‘īl. *al-Jāmi‘ al-Ṣaḥīḥ*. Riyadh: Dār al-Salām Publishers & Distributors, 1997.
* Ḥamīdullāh, Muḥammad. *Al-Wathā’iq al-Siyāsiyyah fī al-‘Ahd al-Nabawī*. Beirut: Dār al-Nafā’is, 2000.
* Ibn Hishām, Abū Muḥammad ‘Abd al-Malik. *al-Sīrah al-Nabawiyyah*. Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyyah, 2000.

* Jawād ‘Alī. *al-Mufaṣṣal fī Tārīkh al-‘Arab Qabl al-Islām*. Beirut: Dār al-‘Ilm lil-Malāyīn, 1970.
* Qāḍī Muḥammad Sulaymān Salmān Manṣūrpūrī. *Raḥmatun lil-‘Ālamīn*. Markaz al-Ḥaramayn al-Islāmī, 2004.
* al-Samhūdī. *Wafā’ al-Wafā*. Beirut: Iḥyā’ al-Turāth al-‘Arabī, 1393 AH.
* Ṣiddīqī, Dr. Muḥammad Yāsīn Maẓhar. "‘Ahd Nabawī mein Samājī Taḥaffuẓ kā Niẓām." *Taḥqīqāt Islāmī Aligarh*, October–December 2002.
* Ṣiddīqī, Dr. Muḥammad Yāsīn Maẓhar. *‘Ahd Nabawī mein Tanẓīm Riyāsat wa Ḥukūmat*. Beirut: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyyah, 2005.
* UNHCR. "Global Trends." https://www.unhcr.org/global-trends. Accessed February 22, 2026.